مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور ان کی صاحبزادی
چند یادیں

خالدہ حسینی، کلکتہ

علی گڑھ صرف میں دو بار گئی۔ پہلی مرتبہ ہائی اسکول کا امتحان دینے کے بعد، دوسری
رتبہ ایم اے کے زمانے میں فرسٹ ائیر کے دو پرچے ہونے کے بعد، تیسرا پرچہ آٹھویں دن
تھا۔ امتحان گاہ سے نکلتے ہوئے میں نے اپنے بھیا (مولانا حکیم محمود عرفان حسینی صاحب
نہوں نے میری تعلیم پر اپنے آپ کو نچھاور کر دیا ہے) سے خواہش ظاہر کی کہ ہم لوگ
س درمیان مفتی صاحب کو دیکھ آئیں۔ بھیا نے میری بات مان لی، اسی دن شام کو
لکا میل سے ہم دلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ ٹرین ساڑھے نو یا دس بجے کے قریب
چی۔ ہم گھر کے اندر سلام کرتے ہوئے اندر داخل ہو گئی تو دیکھا کہ سامنے دالان میں
گ پر مفتی صاحب کسی چیز کا سہارا لئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور ان کی اکلوتی صاحبزادی
باجی (جو بالکل مفتی صاحب کی ہم شکل اور ہم مزاج ہیں) تجھے سے انہیں کچھ خلا دہی
۔ مجھ پر نظر پڑتے ہی خوشی سے چیخ پڑیں۔ ارے منی! مفتی صاحب بھی کھل
ئے، اور ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلا کر میرے سر کو اپنے سینے سے لگا کر
۔ بہت دیر تک میرے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے۔ میں نے منی باجی کو بتایا کہ ایم اے
دو پرچے ہو چکے ہیں اور اب تیسرا پرچہ آٹھویں دن ہے۔ اس لئے ملنے آ گئے ہیں اور

آپاجی (مفتی صاحب) سے ملنے اور دعائیں لینے آگئی ہوں۔

مفتی صاحب ندوۃ المصنفین کے سلسلے میں سال میں ایک بار کلکتہ ضرور تشریف لاتے تھے، اور ان کی آمد ہم بہن بھائیوں کے لئے خوشی کا باعث ہوتی تھی اور ہمیں ان کا انتظار رہتا تھا، موصوف کا قیام عموماً کولوٹولہ اسٹریٹ میں حاجی مقبول احمد صاحب (سگریٹ والے) کے یہاں ہوتا تھا، اور میرے والد محترم مولانا حکیم محمد زماں حسینی صاحب کے مطب قاسمی دواخانہ واقع کولوٹولہ اسٹریٹ میں ان کی مستقل نشست رہتی تھی، مفتی صاحب اپنے قیام کلکتہ کے دوران ہمارے غریب خانے پر بھی تشریف لاتے تھے، ان کی تشریف آوری سے ہمارے یہاں ایک جشن کا سا سماں ہوتا تھا۔ لیکن چند سالوں سے فالج کی وجہ سے سفر کے لائق نہ رہے اور کلکتہ آنا بند ہوگیا تھا۔

میں بچپن ہی سے اپنے اباجی کے زیادہ قریب ہوں، اور اباجی کے تمام ارادت مندوں اور دوستوں سے بھی مجھے بڑی وابستگی اور عقیدت ہے، ان ہی بزرگواروں کی دعاؤں کو اپنا سرمایۂ حیات سمجھتی ہوں اور ان میں سے ہر ایک کا دستِ شفقت اپنے سر پر ہمیشہ محسوس کرتی ہوں یہی عقیدت مجھے دہلی لے گئی۔

مفتی صاحب مجھے بہت عزیز رکھتے تھے، ناچیز کی تھوڑی بہت علمی دلچسپی سے انہیں بڑی خوشی محسوس ہوتی تھی۔ منی باجی سے ہماری جو گفتگو ہو رہی اسے بغور سنتے رہے، پھر لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکے، تب ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے کتاب کی شکل بنائی۔ منی باجی ان کی لڑکھڑاتی ہوئی زبان اور اشارے کی عادی ہوگئی تھیں۔ انہوں نے فوراً ہنستے ہوئے کہا ۔ منی باجی کہہ رہے ہیں کہ تم ایم اے کرنے کے بعد تھیسس لکھنا، یہ جملہ سننا تھا کہ مفتی صاحب کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، مفتی صاحب کے پلنگ کے سامنے صوفہ تھا، منی باجی پردے کی آڑ میں چلی گئیں، بھیا کو اندر بلایا گیا، مفتی صاحب سے سلام و دعا و غیرہ و عافیت کے بعد پردے کی آڑ سے

ا نے ہمارے گھر کے ایک ایک فرد کی خیریت پوچھی، رات کا کھانا ہم لوگوں نے ایک ساتھ کھایا۔
باجی نے خود ہی میرا اور اپنا بستر لگایا، دوسرے دن نماز فجر کے بعد ہی سے منی باجی
ا صاحب کی خدمت میں لگ گئیں۔ اس کے بعد ناشتہ تیار کیا۔ اور ہم لوگوں کو ناشتہ
یا۔ دس بجے کے بعد مفتی صاحب کے پاس آنے والے عقیدت مندوں کا تانتا بندھ گیا۔

باجی کھانے کے انتظامات میں مشغول ہو گئیں لیکن وقفے وقفے سے مفتی صاحب اور اپنی
ہ مرحومہ کی طرف بھی توجہ فرماتی تھیں، ان کی والدہ باورچی خانے کے بالکل سامنے کمرے
صاحب فراش تھیں، میں باورچی خانے میں باجی کے ساتھ بیٹھ گئی، انہوں نے چند گھنٹے کے
تنہا کئی طرح کے پکوان تیار کر لئے۔ میں نے کئی بار ان کے ہاتھ بٹانے کی کوشش کی،
ہر بار ان کی محبت و چاہت نے مجھے اس سے محروم رکھا منی باجی سلیقہ مند اعلیٰ
ت سے آراستہ اور بے مثل خاتون ہیں۔

باورچی خانے سے فرصت کے بعد باجی پہلے مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتیں پھر
ہ مرحومہ کی خدمت میں، اس کے بعد ہم لوگوں کو کھلایا پلایا، اسی اثنا میں مفتی صاحب کی سب
چھوٹی بہو زرینہ مجیب الرحمٰن، جو وہاں ایک اسکول میں ٹیچر ہیں، اسکول سے آئیں۔ ان سے
کرتے ہوئے مفتی صاحب کے پاس گئیں، ان سے پہلے خیریت دریافت کی، بعد میں اپنا
اتارا۔ بے حد احترام کے اس برتاؤ سے میں بہت متاثر ہوئی۔

اس کے بعد وہ ہم لوگوں کے کھانے کی میز پر آگئیں، کھانے آخر میں ان کا ساتھ ہوا۔
دوران گفتگو پتہ چلا، بہت ملنسار اور خوش اخلاق ہیں۔ ان کا کھانا پینا [illegible]
ان کے ساتھ ہوتا ہے لیکن رہنا سہنا ندوۃ المصنفین کی اوپری منزل پر ہے۔ جاتے وقت
جی کو اور مجھے شام کی چائے پر مدعو کر گئیں۔

اسی دن شام کو ہمیں علی گڑھ واپس جانا تھا، سہ پہر کو منی باجی مجھے جامع مسجد دکھانے
مسجد کے زینے سے اترتے ہوئے کہا چلو تمہیں یہاں کی مارکیٹ بھی دکھا دوں، مجھے کپڑے کی

پر لے گئیں اور کہا، اس بار میں تمہاری پسند کا اپنا سوٹ بناؤں گی، میں نے اطمینان سے ایک سوٹ پسند کر دیا۔ واپسی پر ہم لوگ چھوٹی بھابی کے گھر ندوۃ المصنفین کی بالائی منزل پر گئے مکان بہت خوبصورت تھا اور تمام چیزیں بہت ہی سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے چائے اور ناشتے سے تواضع کی اور چوڑی کا ایک ڈبہ جس کے اندر خوبصورت سا ایک رومال بھی تھا بہت پیار سے دیا۔

ہم لوگ نیچے اترے آفس میں بھیا اور حمید بھائی تھے ان لوگوں نے مجھے ندوۃ المصنفین کا دفتر دکھایا اور مفتی صاحب کی لائبریری بھی دکھائی۔ اس کے بعد میں نے ندوۃ المصنفین کا باغیچہ دیکھا۔ پھر مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہم نے ان سے دعائیں لیں اور علی گڑھ لوٹنے کی تیاری میں لگ گئے۔

مفتی صاحب کے پاس سے منی باجی نے مجھے پکارا، میں دوسرے کمرے میں اپنا سامان وغیرہ ٹھیک کر رہی تھی، بھاگ کر ان کے پاس گئی دیکھا باجی مفتی صاحب کے پاس کھڑی ہیں اور مجھ سے پسند کروا کر جو سوٹ لائی تھیں وہ مفتی صاحب کے ہاتھ میں تھا، مفتی صاحب نے بہت خوش ہو کر اسے پلٹ پھیر کر دیکھنے کے بعد مجھے اپنے پاس بٹھایا اور وہ سوٹ اپنے ہاتھوں سے مجھے دیا، پھر سر پر ہاتھ پھیرا، اور آبدیدہ ہو گئے، اس وقت میں بالکل سکتے کے عالم میں تھی، میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا، عجیب ماحول تھا، پھر منی باجی کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔ بیٹا اسے اپنے سوٹ کیس میں رکھ لو۔ میں خاموشی سے اٹھی، اور مفتی صاحب کی خدمت میں جھک کر آداب بجا لائی۔

اس کے فوراً بعد میں دوسرے کمرے میں آگئی، رکشہ آگیا تھا، بھیا حمید بھائی کے ساتھ مفتی صاحب سے ملنے چلے گئے۔ چلتے وقت منی باجی نے مجھے سینے سے لپٹا لیا، شدت جذبات سے بے قابو ہو کر میں پھوٹ پڑی۔